تقویٰ (خوف خداوندی) اور تحفظ حقوق انسانی

پروفیسر گل قدیم جان صاحب
ویٹنسم کالج ڈی آئی خان

ABSTRACT

Human being, since existence, has been facing different kinds of problems. Human Intellect has suggested many remedies and plans to resolve these conflicts. Among all these problems preservation of human rights is the most important one. Man on his own part, made his efforts to address the issue of human rights protection, but in vain.

Distance of second world war compelled human-being to establish UNO for the good of humanity.

UNO in this context, has declared Universal declaration of the human rights but all his efforts ended in smoke.

As a matter of fact, the edifice of successsful life stand erect on obeying the ways of Allah.

The atmosphere of peace and serenity prevails in the society when the people possess remarkable attribute of piety.

In this essay an attempt has been made to throw light on this reality.

ہر دور کے اپنے مسائل اور ضروریات ہوتی ہیں، اور ان کے حل کرنے کا یہ تقاضہ ہوتا ہے کہ ان سے بحث کی جائے اور حل

نکالا جائے، تاکہ معاشرہ امن وسکون سے رہے۔ آج کے ترقی یافتہ دور کے انہی مسائل میں ایک سلگتا ہوا مسئلہ انسان کے حقوق کا مسئلہ ہے گو کہ مادی لحاظ سے دنیا کمال عروج پر پہنچ چکی ہے، مگر معاشرتی لحاظ سے انسانی اقدار زوال کا شکار ہیں انسانیت خودغرضی کی وجہ سے حیوانیت اور درندگی کی طرف بڑھ رہی ہے اور انسان باہمی محبت، اخوت اور ہمدردی کی بجائے خود اپنے ہی بھائی بندوں کا خون چوس رہا ہے۔ ان کی آزادی کو سلب کر رہا ہے دوسرے حقوق کے ساتھ ساتھ ان کو حق زندگی سے محروم کرنے کیلئے قسم قسم کے مہلک ہتھیار تیار کر رہا ہے۔ وہ یہ بھی بھول جاتا ہے کہ دوسرے بھی میری ہی طرح کے انسان ہیں، اور انہیں بھی میری طرح جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کا حق حاصل ہونا چاہیے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر انسانی حقوق کے علمبردار، حقوق کے نام پر انسان سے اس کے بنیادی حقوق بھی چھین رہے ہیں۔

ان حالات میں انسانیت پریشان ہے کہ کیسے ایک فرد کے بنیادی انسانی حقوق کو تحفظ ملے تاکہ انسان سکھ کا سانس لے سکے وہ کبھی مذہب کے علمبرداروں کی طرف دیکھتی ہے تو کبھی لامذہبیت کے بیوپاروں کی طرف، لیکن انہیں کہیں سے بھی اپنے دکھ درد کی دوا نہیں ملتی ان حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ انسانیت رب العالمین کی تعلیمات سے آگاہی حاصل کر لیں۔ کیونکہ ربانی تعلیمات میں بنیادی انسانی حقوق اور ان کے تحفظ کے احکامات اور طریقے بتائے گئے ہیں ان ہی احکامات میں ایک "حصول تقویٰ" کا ہے اگر بنی نوع انسان "تقویٰ" کی صفت سے مالا مال ہو جائیں تو ان کے حقوق کو تحفظ مل سکتی ہے اس حقیقت کو روشناس کرنے کے لئے مقالہ ھذا کے عنوان تقویٰ (خوف خداوندی) اور تحفظ حقوق انسانی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

لفظ تقویٰ کی لغوی تحقیق:

لفظ تقویٰ دراصل عربی لفظ ہے لیکن اردو، بنگلہ، پشتو اور سندھی زبانوں میں بھی لفظ تقویٰ استعمال ہوتا ہے جبکہ بلوچی زبان میں پرہیز اور پنجابی اور کشمیری زبانوں میں پرہیزگاری کا لفظ تقویٰ کے لئے مستعمل ہے۔(۱)

مادہ یا حروف اصلی کے لحاظ سے وقیٰ سے ہے **وقیٰ یقی وقیا** جس کے معنی ہے بچانا، محفوظ رکھنا۔(۲)

پھر وقیٰ سے اتقیٰ جس کے معنی کسی چیز کے ذریعے اپنا بچاؤ کرنا یعنی کسی چیز کو دوسری چیز سے حفاظت کا ذریعہ بنانا یا پرہیز کرنا یا خوف کرنا۔(۳)

لفظ تقویٰ اتقیٰ سے اسم ہے اور لغوی اعتبار سے تقویٰ کا معنی عبدالرشید نعمانی نے یوں کی ہے کہ نفس کا اس چیز سے بچانا اور حفاظت میں رکھنا جس کا خوف ہو۔ لیکن کبھی کبھی خوف کو تقویٰ سے اور تقویٰ کو خوف سے بھی موسوم کرتے ہیں جس طرح سے کہ سبب

بول کر مسبب اور مسبب بول کر سبب مراد لیتے ہیں۔(۴)

بعض دوسرے اہل لغت نے درجہ ذیل معنی بیان کئے ہیں۔ پرہیزگاری، بچنا، نیکی و ہدایت کی راہ، خدا کا خوف، پارسائی، اپنے آپ کو گناہ سے بچانا، بچ بچ کے چلنا۔(۵)

مولانا محمد شفیع نے لکھا ہے کہ لفظ تقویٰ اصل عربی میں بچنے اور اجتناب کرنے کے معنی میں آتا ہے اس کا ترجمہ ڈرنا بھی اس مناسبت سے کیا جاتا ہے کہ جن چیزوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے وہ ڈرنے ہی کی چیزیں ہوتی ہیں یا کہ ان سے عذاب الٰہی کا خطرہ ہے (۶)۔

تقویٰ کے اصطلاحی معنی:

شرعی لحاظ سے تقویٰ کا معنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنا یا خوف ہے۔(۷)

مولا عاشق الٰہی بلند شہری نے لکھا ہے کہ تقویٰ صغیرہ و کبیرہ، ظاہرہ و باطنہ گناہوں سے بچنے کا نام ہے۔(۸)

عبدالحفیظ بلیاوی نے تقویٰ کے بارے میں لکھا ہے کہ "تقویٰ پرہیزگاری" اللہ تعالیٰ کا خوف اور اسکی اطاعت کے مطابق عمل کو کہتے ہیں۔(۹)

علامہ زمخشری کے مطابق تقویٰ سے مراد اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈرنا اور اس کے احکامات کی نافرمانی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا اور ایسے کاموں سے اپنے آپ کو بچانا جو اس کی منشا کے خلاف ہوں۔(۱۰)

عبدالرشید نعمانی نے تقویٰ کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ "عرف شرع میں تقویٰ نفس کو ہر اس چیز سے بچانے کا نام ہے جو گناہ کی طرف لے جائے یہ ممنوعات کے اجتناب سے حاصل ہوتی ہے مگر اس کی تکمیل اس وقت ہوتی ہے جب بعض مباحات کو بھی ترک کر دیا جائے۔(۱۱)

مولانا وحید الزمان قاسمی نے تحریر فرمایا ہے کہ تقوی اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری اور ممنوعات سے اجتناب خدا کی اطاعت کے ذریعہ اس کی سزا سے احتراز کو کہتے ہیں۔(۱۲)

تقویٰ کے مفہوم کے بارے میں حضرت ابی بن کعبؓ سے حضرت عمرؓ نے پوچھا تھا کہ تقویٰ کیا ہے؟ حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا کہ اے امیر المومنین کبھی آپ کا ایسے راستہ پر گزر ہوا ہے جو کانٹوں سے پر ہو، حضرت عمرؓ نے فرمایا کئی بار ہوا ہے حضرت ابی بن

کعبؓ نے فرمایا ایسے موقع پر آپ نے کیا کیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ دامن سمیٹ لئے اور نہایت احتیاط سے چلا، حضرت ابی بن کعب نے فرمایا کہ بس تقوی اسی کا نام ہے۔(۱۳)

پس تقویٰ کا عام مفہوم سے مراد یہ ہے کہ جن کاموں کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس کو پورا کرنا اور جن کاموں سے منع فرمایا ہے اس سے بچنا۔

مولانا محمد شفیع صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ یہ دنیا ایک خارستان ہے، گناہوں کے کانٹوں سے بھری پڑی ہے اس لئے دنیا میں اس طرح چلنا اور زندگی گزارنا چاہیے کہ دامن گناہوں سے نہ الجھے اسی کا نام تقوی ہے۔(۱۴)

درجہ بالا تصریحات کو دیکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ تقوی دراصل کسی خاص وضع قطع، شکل وصورت یا ہیئت بنانے یا کسی خاص طرز زندگی اختیار کرنے کا نام نہیں بلکہ حقیقت میں تقویٰ نفس انسانی کی اس کیفیت کا نام ہے جو فرض شناسی، خدا ترسی اور احساس ذمہ داری سے پیدا ہوتی ہے اور زندگی کے ہر پہلو پر محیط ہوتی ہے پس حقیقتاً تقوی سے مراد یہ ہے کہ انسان کے دل میں خدا کا خوف اور اس کی بندگی کا احساس ہو۔ اور یہ بات ہر وقت اس کے ذہن میں موجزن ہو کہ میری دنیاوی زندگی کے پورے پورے اعمال اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے ہیں اور مجھے ان کا جواب دینا ہے اس لئے وہ ہر اس کام سے باز رہے جسے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور ہر اس کے لئے تیار رہے جس کے کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

لفظ تقویٰ کی لغوی اور اصطلاحی توضیحات کو دیکھتے ہوئے ہم یہ نتیجہ بھی اخذ کر سکتے ہیں کہ اصطلاحی لحاظ سے تقوی کے دو مفہوم ہیں۔ ایک خاص مفہوم اور ایک عام مفہوم۔

خاص مفہوم:

ممنوع چیزوں سے بچ کر رہنا، بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ کے خوف سے اپنی حدود کے اندر رہنا یہ تقویٰ کا خاص مفہوم ہے۔

عام مفہوم:

چونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی دو قسمیں ہے یعنی اوامر اور نہی اوامر سے مراد وہ امور یا اعمال جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور نہی سے مراد وہ اعمال وافعال جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے پس تقوی کا عام مفہوم صرف نہی تک محدود نہیں بلکہ اوامر کو بھی محیط ہے۔

تقویٰ کے مراتب یا درجے:

تقویٰ کے مختلف درجات علماء نے بیان فرمائے ہیں امام بیضاوی نے اپنی تفسیر میں درج ذیل تین درجے بتائے ہیں۔

۱)۔ جہنم سے ڈر کر اپنا دامن شرک سے پاک رکھنا۔

۲)۔ ہر وہ عمل یا ترک عمل سے بچنا جس میں گناہ ہو۔

۳)۔ ہر اس چیز سے پرہیز کرنا جو حق سے غافل کردے اور ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ دل بستگی رکھنا۔(۱۵)

تقویٰ کا ادنیٰ درجہ:

تقویٰ کا پہلا درجہ ادنی درجہ ہے کہ حصول تقویٰ کے لئے ضروری ہے کہ کم از کم انسان اپنے خالق و مالک کا دل وزبان سے اقرار کریں اور صرف اسی کو بندگی کا لائق سمجھیں اس کی وحدانیت پر یقین محکم ہو اور اس کے ساتھ کسی قسم کے شرک کا شائبہ تک دل میں نہ لائیں قرآن کریم میں اس بارے میں بے شمار ہدایات موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و ربوبیت اور شرک کی قباحت اور اس سے بچنے کے لئے چند آیات نمونے کے طور پر درج کی جاتی ہیں۔

۱)۔ **و الٰھکم الله و احد لا اله الا هو.(۱۶)**

ترجمہ: اور تمہارا معبود خدائے واحد ہے اس کے سوا کوئی عبادت (بندگی) کے لائق نہیں۔

۲)۔ **انما الله اله واحد .(۱۷)**

ترجمہ: "بیشک اللہ ہی معبود واحد (ایک) ہے"

۳)۔ **و ما امرو الا لیعبدو الٰهاً واحداً لا اله الا هو.(۱۸)**

ترجمہ: ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ خدائے واحد کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

۴)۔ **و من یشرک بالله فقد افتریٰ اثماً عظیماً.(۱۹)**

ترجمہ: اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرایا وہ بڑے گناہ کا مرتکب ہوا۔

۵)۔ **ان الشرک لظلم عظیم.(۲۰)**

ترجمہ: بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

۲). **من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنتہ.(۲۱)**

ترجمہ: جوکوئی اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے پس تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کردی ہے۔

تقویٰ کا اوسط درجہ:

تقویٰ کا دوسرا درجہ اوسط درجہ ہے۔ یعنی ہر اس چیز کو چھوڑ دینا، جس پر عمل کر کے انسان گنہگار بنتا ہے اس لئے صغائر سے بھی بچنے کی کوشش کرنا اور کبائر (بڑے گناہ) سے بالکل اجتناب ہو۔

عام طور پر اسی کو تقویٰ کہا جاتا ہے۔ سورۃ الاعراف میں تقویٰ کے اس درجہ کی طرف اشارہ ہے۔

ولو ان اھل التقویٰ امنوا و اتقوا لفتحنا علیھم برکٰت من السماء والارض و لکن کذبوا فاخذ نٰھم بما کانو یکسبون .(۲۲)

ترجمہ: اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیز گاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے تکذیب کی تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ ایمان (تقویٰ کا ادنیٰ درجہ) یعنی کبیرہ و صغیرہ گناہوں سے بچنا (تقویٰ کا اوسط درجہ) ایسی چیز ہے کہ جس بستی کے لوگ اسے اپنالیں تو ان پر اللہ تعالیٰ آسمان وزمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتا ہے اور خوشحالی ان کا مقدر بن جاتی ہے لیکن اس کے برعکس تکذیب اور نافرمانی اور گناہوں کا راستہ اختیار کرنے پر قومیں اللہ تعالیٰ کے عذاب کی مستحق ٹھہر جاتی ہیں۔

تقویٰ کا اعلیٰ درجہ:

تقویٰ کا تیسرا درجہ تقویٰ کا اعلیٰ درجہ ہے کہ انسان دل کی کیفیت ایسی ہو جائے کہ غیر اللہ سے پاک ہو اور اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والی ہر چیز سے لاتعلقی اختیار کرے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے اس درجہ کے بارے میں حکم دیا ہے کہ۔

یا یھا الذین ا منوا اتقو اللہ حق تقٰتہ .(۲۳)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے۔

ایت کریمہ میں مذکور تقویٰ کا درجہ اعلیٰ درجہ کا تقویٰ ہے۔ مفتی محمد شفیع تحریر فرماتے ہیں کہ تقویٰ کا یہ اعلیٰ مقام انبیاء علیہم السلام اوران کے خاص نائبین واولیا اللہ کو نصیب ہوتا ہے کہ اپنے قلب کو غیر اللہ سے بچانا اور اللہ تعالیٰ کی یاد اوراس کی رضا جوئی سے معمور رکھنا ہے۔(۲۴)

اس ایت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود، ربیعؓ، قتادہؓ اور حسن بصریؒ وغیرہ سے یہ منقول ہے جو مرفوعاً خود نبی کریم ﷺ سے بھی منقول ہے۔

حق تقا تہ ھو ان یطاع فلا یعصیٰ و یذکر فلا ینسیٰ و یشکر فلا یکفر

یعنی حق تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہر کام میں کی جائے کوئی کام اطاعت کے خلاف نہ ہو اوراس کو ہمیشہ یاد رکھیں اور کبھی نہ بھولیں اوراس کا شکر ہمیشہ ادا کریں کبھی ناشکری نہ کریں۔(۲۵)

بعض دوسرے مفسرین نے " حق تقاتہ " کے مضمون کواس طرح بیان فرمایا ہے کہ حق تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی کی ملامت اور برائی کی پرواہ نہ کرے اور ہمیشہ انصاف پر قائم رہے اگر چہ انصاف کرنے میں خود اپنے نفس یا اپنی اولاد یا ماں باپ ہی کا نقصان ہوتا ہو۔اور بعض نے فرمایا کہ کوئی اس وقت تک حق تقویٰ ادا نہیں کرسکتا جب تک کہ وہ اپنی زبان کو محفوظ نہ رکھے۔(۲۶)

تقویٰ ذریعہ تحفظ حقوق انسانی:

تقویٰ انسانی شخصیت کی تشکیل وتعمیر میں بنیادی اور مرکزی حیثیت رکھتا ہے اگر معاشرے کے افراد میں صفت تقویٰ یعنی خوف خدا پیدا ہو جائے تو حقوق انسانی کے تحفظ کے سلسلے میں یہ ایک اہم اور قومی محرک ہے اور بڑا موثر کردار ادار کرتا ہے انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کی تنفیذ ریاست کی انتظامیہ کرتی ہے اوراس پر عمل درآمد کرانے کی ذمہ دار ہوتی ہے۔لیکن خالق کائنات کی طرف سے انسانوں کے لئے منتخب شدہ ضابطہ زندگی پر عمل درآمد کرانے کا ذمہ دار انسان کے دل میں موجود اللہ تعالیٰ کا خوف یعنی تقویٰ ہے۔اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا شدہ ضابطہ حیات میں حقوق العباد یعنی بندوں کے حقوق کی ادائیگی پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے اوران مقامات پر جہاں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی دیکھنے والا نہ ہو وہاں ایک انسان کے دل میں جو خوف خدا (تقویٰ) موجزن ہوتا ہے وہ اسے حقوق انسانی کی ادائیگی واحترام پر مجبور کرنے والا ہوتا ہے۔

جس انسان کے دل میں حاکم اعلیٰ (اللہ تعالیٰ) کا خوف موجزن نہ ہو اس سے دنیا میں دوسروں کے حقوق کے احترام اور تحفظ کی امید کیونکر ہوسکتی ہے۔کیونکہ معاشرے کی گرفت اور شرم وحیا اور حکومت کے قانون سے بچنے کیلئے ہزاروں راستے ڈھونڈ لیتے

ہیں انسانی زندگی کی کامیابی، انسانی معاشرہ کی سکون و راحت اور ان کے حقوق کی حفاظت کا راز اللہ تعالیٰ کے احکامات ماننے میں پوشیدہ ہے اسلیئے انسان کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کی رہنمائی کا محتاج ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر انسان تب کامیابی سے عمل پیرا ہوسکتا ہے جب اس کے دل میں تقویٰ (اللہ تعالیٰ کا خوف) موجود ہو اسلیئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے دلوں میں تقویٰ پیدا کرنے کیلیئے قرآن حکیم میں مختلف پیرائے استعمال کیے ہیں اور اس بات کی تلقین پر زور دیا ہے کہ مجھ ہی سے ڈرو۔

انذرو انه لا اله الا انا فاتقون.(۲۷)

ترجمہ: ان کو ڈراؤ، خبردار کردو کہ میرے سوا کسی کی بندگی نہیں، مجھ سے ہی ڈرو۔

وایای فارھبون.(۲۸)

ترجمہ: اور مجھ ہی سے ڈرو۔

انار بکم فاتقون.(۲۹)

ترجمہ: "میں تمھارا رب ہوں سو مجھ سے ڈرتے رہو"

قرآن پاک میں جہاں انسانوں اور خصوصاً ایمان کا دعویٰ رکھنے والوں کو خوف خداوندی دل میں بٹھانے اور تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین و تاکید فرمائی ہے۔ وہاں غیر اللہ کا خوف بھی دل سے نکال دینے کا درس دیا ہے کیونکہ اللہ کی ربوبیت اور حاکمیت کا تقاضا یہی ہے کہ اس کے بندے کے دل میں کسی اور کا خوف موجود نہ ہو جب حاکم مطلق صرف اللہ اور صرف اللہ ہے۔ زمین و آسمان کی بادشاہی اسی کے شایان شان ہے اور اس کی عبادت بھی اس لیے لازم ہے پھر اس کے سوا کسی اور سے ڈرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی ارشاد خداوندی ہے۔

وله مافی السمٰوٰت والارض وله الدین واصباً فغیر الله تتقون.(۳۰)

ترجمہ: اور جو کچھ زمین و آسمانوں میں ہیں اسی کا ہے اور ہمیشہ اس کی عبادت ہے سو اللہ سے ڈرتے رہو۔

قرآن مجید میں جو تمام انسانیت کے لیے راہ ہدایت ہے چاہتا ہے کہ سارے کے سارے انسان اور خاص کر وہ لوگ جو ایمان کے دعویدار ہیں اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے راستے کے مطابق اور اسی کی قائم کردہ حدود کے اندر اپنی زندگیاں گزاریں۔ ان میں صداقت ہو، پاکبازی ہو ان کے اخلاق و اعمال منکرات اور ناپسندیدہ باتوں سے محفوظ ہوں۔

ظاہر ہے کہ جب ایک انسان کی زندگی اس طور پر بنے گی تو اس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگ محفوظ ہوں گے اور ایک دوسرے کے حقوق غصب کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔

اسی بنا پر اللہ نے خوف خداوندی اور تقویٰ کو مومنین کی صفات میں شمار کیا ہے اور جہاں قرآن پاک، مومنوں کے اوصاف میں اللہ تعالیٰ سے ان کی والہانہ محبت کا ذکر کرتا ہے وہاں ان کے خوف وخشیت کا ذکر بھی کرتا ہے۔

هم من خشيته مشفقون. (۳۱)

ترجمہ: "اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے ہیں"

قرآن پاک نے تقویٰ کو مومنوں کا صرف وصف ہی نہیں بتایا ہے بلکہ اس کے بغیر انسان کا ایمان کامل نہیں ہوسکتا۔ جس انسان کے دل میں خوف الٰہی موجود نہ ہو وہ بڑے سے بڑے گناہ کا مرتکب ہوسکتا ہے انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین معاشرے کے تنظیم میں کسی حد تک مددگار ثابت ہوسکتے ہیں اور تعزیرات کی وجہ سے کسی حد تک معاشرہ فتنہ وفساد سے محفوظ بھی رہ سکتا ہے۔ لیکن ان قوانین کی موجودگی میں جرائم نہ صرف سرزد ہوتے ہیں۔ بلکہ آج کی دنیا میں ہر طرح کی بے راہ روی اور لاقانونیت میں اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے کیونکہ ایک ایسا مقام جہاں کوئی نہ ہو، قانون کی خلاف ورزی کرنے والا بلا روک ٹوک قانون کی خلاف ورزی بھی کرتا ہے اور قانون کی گرفت سے بھی محفوظ رہتا ہے لیکن احکم الحاکمین تو ہر جگہ موجود ہے کوئی جگہ اس سے خالی یا مخفی نہیں ہوسکتی۔ اس لیے اس سے ڈرنے کو ایمان کا حصہ قرار دیا ہے اور خوف الٰہی کے بغیر ایمان نامکمل ہونا قرار دیا گیا ہے۔

و خافون ان كنتم مومنين. (۳۲)

ترجمہ: "اور مجھ سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو"

قرآن پاک میں جہاں تقویٰ پر زور دیا گیا ہے وہاں متقی لوگوں کے لیے بہت اجر وثواب کا ذکر کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

من اوفىٰ بعهده واتقىٰ فان الله يحب المتقين. (۳۳)

ترجمہ: جو کوئی اپنا اقرار پورا کریں اور وہ پرہیزگار ہے تو اللہ تعالیٰ کو پرہیزگاروں سے محبت ہے۔

و اما من خاف مقامه ربه و نهى النفس عن الهوىٰ. فان الجنته هى الماوىٰ. (۳۴)

ترجمہ: اور جو کوئی اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اس نے اپنے دل کو خواہش سے روکا سو اس کا ٹھکانہ بہشت ہے۔

و تزو دو فان خیر الزاد لتقویٰ.(٣٥)

ترجمہ: اور زادِ راہ لے لیا کرو کہ بے شک بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔

بنی نوع انسان کی تاریخ اس حقیقت پر شاہد ہے کہ جس انسان کے دل میں تقویٰ یعنی خوف خداوندی موجزن ہو وہ کبھی بھی کسی انسان کا حق غصب کرنے کی جرات نہیں کرسکتا۔ بلکہ وہ اپنا حق کو تو قربان کرسکتا ہے لیکن دوسرے انسان کے حق کی پائمالی کیلئے تیار نہیں ہوتا۔ چنانچہ قرآنی تصریحات کے مطابق انسان اول حضرت آدم علیہ اسلام کی زندگی ہی میں جب ان کے دو بیٹوں (ہابیل و قابیل) کے درمیان حق کا پہلا مسئلہ پیدا ہوا اور قابیل نے ہابیل کو اپنے حق سے محروم کرنے کے لئے اسے قتل کی دھمکی دی۔قتل کی دھمکی کے جواب میں ہابیل نے قابیل کو یہ جواب نہیں دیا کہ میں اپنی مدافعت میں تجھے قتل کردینے کی کوشش کرونگا بلکہ فرمایا۔

لئن بسطت الی یدک لتقتلنی ما انا بباسطٍ یدی الیک لا قتلک الی اخاف اللہ و رب العلمین (٣٦).

ترجمہ: اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ اٹھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ نہیں اٹھاؤ نگا میں رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔

ایت کریمہ میں ہابیل کے الفاظ سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ ہابیل نے محض خوف الٰہی کی بناء پر اپنی جان تو دے دی مگر اپنے بھائی کو حق زندگی سے محروم کردینے کے لئے اپنا ہاتھ تک دراز نہیں کیا۔ ہاتھ دراز نہ کرنا کمزوری کی وجہ سے نہیں تھا کہ ہابیل قابیل سے طاقت وقوت میں کمزور تھا اور وہ اپنی مدافعت کی صورت میں قابیل کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔ تفسیر قادری اور تاریخ ابن کثیر میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ سب اہل علم کے ہاں ہابیل قابیل سے بہت قومی اور صاحب شوکت تھا مگر خوف خدا کی وجہ سے اس نے قابیل کو قتل کرنے کا اردہ نہیں کیا۔(٣٧)

صفت تقویٰ یا خوف الٰہی کا نتیجہ تھا کہ ایک دفعہ ایک ملکہ کا سونے کا کنگن گم ہو گیا وزیر اعظم نے ہر شہر اور گاؤں میں منادی کروائی کہ اگر کوئی ایک مہینے کے اندر ملکہ کا کنگن واپس کردے تو اس کو انعام دیا جائے گا۔ اور اگر ایک ماہ کے بعد کسی سے وہ کنگن ملا تو اس کو قتل کردیا جائے گا اس منادی کے دوسرے دن ربی ابی سموئیل کو وہ کنگن مل گیا لیکن ربی (مذہبی پیشوا) نے یہ کنگن فوراً واپس نہیں کیا بلکہ ایک ماہ گزرنے کے بعد واپس کیا اور ملکہ کے محل میں جا کر بتایا کہ مجھے یہ کنگن ایک ماہ پہلے ملا تھا۔ لیکن اگر میں اسی وقت واپس کرتا تو

لوگ یہ سمجھتے کہ میں نے انعام کے لالچ اور تمہارے ڈر کی وجہ سے واپس کیا ہے اور اب میں اس لئے واپس کر رہا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔(۳۸)

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ خلافت راشدہ میں لوگ خوش تھے امن و امان تھا اور لوگ سکون کی زندگی بسر کر رہے تھے ان کے حقوق غاصبوں کے ہاتھوں سے محفوظ تھے اس کی سب سے بڑی وجہ خلفاء کا خوف الٰہی تھا۔ اسی خوف الٰہی یعنی تقویٰ ہی کا اثر تھا کہ جب اسلام کے خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق مرض الوفات میں مبتلا ہوئے تو وصیت فرمائی کہ زمانہ خلافت میں جو وظیفہ میں نے مسلمانوں کے بیت المال سے لیا تھا اس کی رقم واپس کردی جائے صرف یہی نہیں بلکہ اپنی بیٹی ام المومنین حضرت عائشہؓ سے یہ بھی فرمایا تھا کہ جب میں وفات پا جاؤں تو مسلمانوں کے برتن ان کا غلام، ان کی اونٹنی، ان کی چکیاں، ان کی وہ چادریں جو میں نے اوڑھنے بچھانے کیلئے لی تھیں واپس کردی جائیں۔(۳۹)

جب معاشرے کے افراد کے دل تقویٰ کی صفت سے معمور تھے۔ تو حضرت عمرؓ خلافت صدیقی میں پورے دو سال عہدہ قضا پر فائز رہے مگر ان کی عدالت میں کوئی ایک بھی مدعی حقوق کا دعویٰ لیکر نہیں آیا۔(۴۰)

حضرت عمر کی عدالت میں کوئی مقدمہ کیونکر دائر نہیں ہوا کیونکہ معاشرے کا ہر فرد جو جس مقام اور حیثیت کا تھا اپنے فرائض کو خوش اسلوبی سے پورا کر رہا تھا تو حقوق کا سرے سے کوئی مسئلہ پیدا ہی نہیں ہوا کہ عمرؓ کی عدالت میں جاتا۔

حضرت عمرؓ اپنے دور خلافت میں ایک رات گشت کر رہے تھے ان کا غلام بھی ساتھ ایک خیمہ پر سے گزر ہوا، دیکھا کہ ایک بڑھیا ہانڈی میں کچھ پکا رہی ہے اور چند بچے اسے دائرے میں لئے بیٹھے ہیں اور رو رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے رونے کا سبب پوچھا، بڑھیا نے بتایا یہ بھوکے ہیں اس وجہ سے روتے ہیں۔ آپؓ نے پوچھا ہانڈی میں کیا پک رہا ہے؟ کہا کچھ نہیں صرف بچوں کو بہلانے کے لئے پانی چڑھا دیا ہے تا کہ کسی طرح سو جائیں حضرت عمرؓ یہ سن کر کانپ اٹھے آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اسلم (غلام) ساتھ تھا۔ شہر لوٹے بیت المال کا دروازہ کھولا کچھ آٹا، گھی، روغن، چھوہارے لئے، اور اسلم (غلام) سے فرمایا۔ اے اسلم ان سب چیزوں کو میری پیٹھ پر لاد دے۔ اسلم نے کہا کہ اے امیر المومنین میری پیٹھ پر رکھ دیں تا کہ میں لے چلوں آپؓ نے فرمایا باز پرس تو مجھ ہی سے ہوگی۔ اس لئے میں لے چلونگا۔ الغرض کہ اپنی پیٹھ پر لاد کر اس عورت کے خیمے تک لے گئے اور وہاں خود کھانا پکایا اور بچوں کو کھلایا۔(۴۱)

حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں تقویٰ کی صفت سے مالا مال ایک لڑکی کو رات کی تاریکی میں اور گھر کی چار دیواری کے اندر والدہ نے فہمائش کی کہ دودھ میں پانی ملا دے تو لڑکی نے جواب دیا کہ حضرت عمرؓ نے منع فرمایا اور حکم دیا ہے کہ کوئی بھی دودھ میں پانی نہ ملائیں۔ ماں بولی کہ رات کی تاریکی میں اور گھر کی چار دیواری میں تو عمر تمہیں دیکھ رہا ہے تو لڑکی نے جواب دیا کہ اگر عمر تمہیں دیکھ رہا ہے

اللہ تو دیکھ رہا ہے اور دودھ میں تقویٰ کی وجہ سے پانی نہیں ملانے دیتا۔(۴۲)

اس قسم کے واقعات سے اسلامی تاریخ بھری پڑی ہے۔

خلاصۃ البحث:

تقویٰ ایک ایسی بہترین وصف ہے کہ معاشرے کے جس افراد میں موجود ہو تو کسی صورت میں بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف انہیں جانے کی اجازت نہیں دیتا۔ پھر حقوق العباد پورا کرنے کی اللہ تعالیٰ نے حکم دے رکھا ہے ان کو پورا کرنے کی انتہائی کوشش کرتے ہیں تقویٰ ایک ایسا داخلی محتسب ہے جو ہر وقت انسان کے ذہن وقلب میں جاگزین رہتا ہے اس کے ہوتے ہوئے کوئی شخص کسی خفیہ مقام پر انتہائی علیحدگی میں بھی جہاں ظاہری طور پر کوئی نہ ہو وہ انسانی حقوق کی پامالی کی جرات نہیں کرسکتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے ظاہری وباطنی خفیہ وعلانیہ امور کا علم ہے جانتا ہے اور میرا کوئی عمل اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں۔ لہذا معاشرے کے افراد میں اس طاقت ور داخلی محتسب کے ہوتے ہوئے حقوق انسانی کی پامالی اور غصب کا خطرہ درپیش نہیں ہوسکتا۔

المراجع المصادر:

۱)۔ اشفاق احمد وغیرہ، ہفت زبانی لغت، ص۱۷۹ طبع دوم لاہور اردو سائنس بورڈ ۱۹۸۸ء

۲)۔الف)۔ مرزا ابوالفضل، غریب القرآن فی لغات الفرقان، ص ۴۱۵، لاہور قانونی کتب خانہ س ن

ب)۔ وحید الزمان مولانا، القاموس الوحید، ص۱۸۱۸، کراچی ادارہ اسلامیات، ۲۰۰۱ء

ج)۔ بلیاوی ابوالفضل عبدالحفیظ مولانا، مصباح اللغات، ص۹۶۲، کراچی ایچ ایم سعید کمپنی ۱۹۷۳ء۔

۳)۔ الف)۔ وحید الزمان القاموس الوحید، ص، ۱۸۸۹

ب)۔ بلیاوی عبدالحفیظ مصباح اللغات، ص ۹۶۲

۴)۔ نعمانی عبدالرشید مولانا، لغات القرآن، ج، ص ۱۷۰، ۱۷۱، کراچی دارالشاعت، ۱۹۹۴ء

۵)۔ الف)۔ سید سبط حسین، احمد ندیم قاسمی وغیرہ زیر نگرانی عبدالسلام، اردو انسائیکلوپیڈیا، ص۳۲۵ ایڈیشن سوم، لاہور فیروز سنز، ۱۹۸۴ء

ب)۔ وارث سرہندی، علمی اردو لغت، ص۴۵۸، لاہور علمی کتب خانہ، ۱۹۹۳ء

ج)۔ فیروزالدین مولوی، فیروز اللغات اردو، ص۳۷۰، لاہور فیروز سنز، س ن

د)۔ مرزا ابوالفضل، غریب القران فی لغات الفرقان، ص۴۱۵، س ن

ذ)۔ سعید۔اے شیخ۔رابعہ اردو لغت، ص۳۴۵، لاہور رابعہ بک ہاؤس، س ن

۶)۔ محمد شفیع، مفتی مولانا، معارف القران، ج۲، ص۱۲۷، کراچی ادارۃ المعارف۱۹۷۹ء

۷)۔ ابن منظور ابوالفضل جمال الدین ابن مکرم، لسان العرب، ج۱، ص۳۲۴ ایڈیشن دوم، بیروت، دار اللسان العرب، ۱۹۷۰ء

۸)۔ بلند شہری مولانا عاشق الٰہی، انوار البیان فی کشف اسرار القران، ج۱، ص۳۱۲،طبع اول، ملتان ادارہ تالیفات اشرفیہ، ۱۹۹۲ء

۹)۔ بلیاوی ابوالفضل مولانا عبدالحفیظ، مصباح اللغات، ص۹۶۲

۱۰)۔ زمخشری، ابوالقاسم محمد بن عمر، الکشف القران، ج۱، ص۲۰، کلکتہ، ۱۸۵۶ء

۱۱)۔ نعمانی عبدالرشید، لغات القران ج۲، ص ۱۷۱

۱۲)۔ وحید الزمان، القاموس الوحید، ص۱۸۸۹

۱۳)۔ محمد شفیع، معارف القران، ج۲، ص۱۴۲

۱۴)۔ محمد شفیع معارف القران، ج۲، ص ۲۴۱، ۲۴۲

۱۵)۔ نوری محمد خان، انوار البیضاوی ترجمہ وتفسیر بیضاوی سورۃ البقرۃ، ص ۵۰، ۵۱، لاہور مکتبہ زاویہ۲۰۰۲ء

۱۶)۔ القران الحکیم، سورۃ البقرہ، ۱۶۳

۱۷)۔ سورۃ النساء، ۱۷۱

۱۸)۔ سورۃ التوبۃ ۳۱

۱۹)۔ سورۃ النساء، ۴۸

۲۰)۔ سورۃ لقمان، ۱۳

۲۱)۔ سورۃ المائدہ، ۷۶

۲۲)۔ سورۃ الاعراف، ۹۶

۲۳)۔ سورۃ ال عمران، ۱۰۲

۲۴)۔ محمد شفیع، معارف القران، ج۲، ص۱۲۷

۲۵)۔الف)۔ محمد شفیع، معارف القران، ج۲، ص۱۲۷

ب)۔ صدیقی محمد حسین مولانا، روضۃ الصالحین اردو شرح ریاض الصالحین، ج۱، ص۲۳۴، کراچی، زمزم پبلشرز، ۲۰۰۲ء

۲۶)۔ ایضاً

۲۷)۔ سورۃ النحل، ۲

۲۸)۔ سورۃ البقرۃ، ۴۱

۲۹)۔ سورۃ المومنون، ۵۲

۳۰)۔ سورۃ النحل، ۵۲

۳۱)۔ سورۃ النبیاء، ۲۸

۳۲)۔ سورۃ ال عمران، ۷۶

۳۴)۔ سورۃ النزعت، ۴۰، ۴۱

۳۵)۔ سورۃ البقرہ، ۱۹۷

۳۶)۔ سورۃ القصص، ۲۹

۳۷)۔

6

الف)۔ فخرالدین مولوی قادری، تفسیر قادری، ج۱، ص۲۲۲، لکھنو مطبع ضیائی صفائی (انطباع)، ۱۸۸۷ء

ب)۔ ابن کثیر، اسماعیل، تاریخ ابن کثیر (ترجمہ محمد اصغر مغل)، ج۱، ص، ۱۴۰، کراچی، دارالاشاعت، ۲۰۰۲ء

۳۸)۔ رابرٹ وین ڈی دیئر، یہودیت ترجمہ ملک اشفاق، ص۱۷۵، ۱۷۶، لاہور بک ہوم، ۲۰۰۲ء

۳۹)۔ طبری، محمد بن حریر، تاریخ طبری ترجمہ محمد ابراھیم، ج۲، ص۲۵۶، دکن حیدرآباد دارالطبع، جامعہ عثمانیہ، ۱۹۳۲ء

۴۰)۔ طبری، تاریخ طبری، ج۱، جز۳، ص، ۲۴۵

۴۱)۔ طبری،، تاریخ طبری، ج۲، ص، ۲۵۱

......☆☆☆☆☆......